

قرآن مجید کا پہلا امر اور پہلا نبی

مباحثہ قرآنی

کتاب کا سبق

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ مِزْقًا لَكُمْ ۗ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ
(البقرة: 21، 22)

اے لوگو! پوجو اپنے رب کو۔ جس نے پیدا کیا تم کو، اور تم سے اگلوں کو۔ تاکہ تم اپنا آپ بچالو۔

جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا اور آسمان کی چھت۔ اور آسمان سے پانی اتارا، پھر اس سے طرح طرح کے پھل اناج اگائے؛ تمہاری روزی کے لیے۔ تو پھر مت کھڑے کرو اللہ کے کوئی ہمسرہ، درحالیکہ تم جانتے ہو۔

بغوی رحمہ اللہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قرآن میں جہاں کہیں عبادت (کا حکم) وارد ہوا وہاں اس کا مطلب ہے توحید۔

تخلیق کا مطلب: ایجاد کرنا، بغیر اس کے کہ پہلے سے اس کی کوئی نظیر ہو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ: یعنی عذاب (اور اس کے موجبات) سے تمہارا چھٹکارہ ہو سکے۔ یا یہ کہ:

(عبادت کرتے ہوئے) ساتھ میں تمہیں طمع ہونی چاہئے کہ اس عمل سے تمہیں اللہ کے عذاب سے پردہ یا اوٹ مل جانے والی ہے۔ کیونکہ لعل تَبْرَجِي (امید) کے لیے آتا ہے۔
 فَرَأَيْنَا: یہ ہے زمین کا انسان کے لیے پست اور رام ہونا۔ ایسی ناہموار نہ ہونا کہ جس پر زندگی استنقرار ہی نہ پکڑ سکے۔ بِنَاء: آسمان کو اونچی چھت۔
 مِنَ الْعَمَاتِ: ”مِن“ یہاں انواع و اقسام کا معنی دینے کے لیے ہے۔ یعنی رنگارنگ کھیتیاں، اناج اور میوے۔

أَنذَا: یعنی اُس جیسے، جن کی پوجا ہو جیسے اللہ کو پوجا جاتا ہے۔
 وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ: یعنی اس حال میں کہ تم جانتے خوب ہو کہ یہ چیزیں اُس کی بنائی ہوئی ہیں۔

سعدی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ: ایک امر عام: جو تمام انسانوں کو دیا گیا۔ اور اس کا مضمون بھی عام: یعنی ایک جامع عبادت اختیار کر لینا خدا تعالیٰ کی۔ پھر اس امر کی توجیہ اور حوالہ یہ کہ: اُس نے تم سب کو بنایا ہے۔ اور پھر صرف اتنا نہیں بلکہ وہ ہر دم تمہیں وجود دیتا، تمہاری پرورش کرتا اور تمہیں سنبھالتا ہے۔ جس نے تمہارے بڑوں کو بھی بنایا جو یہاں تم سے پہلے ہو کرتے تھے۔ پھر، تم پر اُس نے نعمتوں اور آسائشوں کی بارش کر رکھی ہے۔ اوپر سے تمہارے لیے رزق برستا ہے۔ نیچے دیکھو تو تمہارے لیے رزق اگلتا ہے۔ زمین ہے تو وہ اس زندگی کے لیے آغوش ہے؛ یہاں تمہاری زراعت، صنعت، حرفت، تجارت، تعمیرات اور تمہاری تمام چہل پہل ہے۔ آسمان ہے تو روشنی پانی حرارت ہو اسب کچھ تمہاری زیست کو ممکن بنانے کے لیے۔ سورج، چاند، تارے۔

السَّمَاء: تمہارے اوپر جو بھی ہے اُسے عربی میں سماء کہیں گے۔ یہ وجہ ہے کہ یہاں بادل کے لیے بھی ”سماء“ کا لفظ بولا۔

وَأَقْرَبَ تَعَلُّمًا: یعنی تم خوب جانتے ہو کہ خدا کا کوئی شریک نہیں۔ نہ اُس کا کوئی نظیر نہ اُس کا کوئی شیل۔ نہ پیدا کرنے میں۔ نہ رزق دینے میں۔ نہ کائنات کی تدبیر کرنے میں۔ اور نہ عبادت میں۔ تو پھر یہ ہو کیسے جاتا ہے کہ یہ سب جانتے بوجھتے ہوئے تم اس کے سوا معبود پوجنے لگتے ہو۔ اس سے بڑھ کر عجیب اور بیہودہ بات بھلا کیا ہوگی۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ:

وَأَقْرَبَ تَعَلُّمًا: کے تحت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یعنی تم توراہ و انجیل وغیرہ (پہلے صحیفوں) سے جان آئے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی ہستی نہیں جس کی عبادت ہو۔

غرض توحید کا فطری اور بدیہی اور تاریخی حوالہ؛ جس پر شرع بھی بار بار آتی رہی ہے۔ اور اب آخری آسمانی کتاب کا پہلا خطاب بھی اسی کی توثیق ہے۔ اس سے بڑی کوئی حقیقت عقول میں، یا فطرت میں، یا تاریخ میں، یا شرائع میں ہے ہی نہیں۔ ایک ایسی بات جو خدا پرستوں کے دل پر سب سے زیادہ ٹھنڈ ڈالتی ہے۔

اس کے علاوہ ابن کثیر اس مقام پر اہل علم کے کثیر اقوال لاتے ہیں کہ: خدا کی پہچان اس کی نشانیوں سے کرنا؛ اور یہاں سے اُس کی تعظیم، پرستش اور عبادت کا وجوب جاننا کیسا عظیم الشان فرض ہے۔

چند مزید فوائد:

اس سے پہلے سورۃ الفاتحہ کا تمام اسلوب دعائیہ ہے۔ سورۃ البقرۃ کے پہلے دونوں رکوعوں کا اسلوب بیانیہ ہے۔ یعنی اس کتاب خداوندی کے ساتھ معاملہ کرنے میں انسانیت کا تین جماعتیں ہونا اور ان میں سے ایک ایک کی مختصر تصویر۔ باقاعدہ خطاب البتہ یہاں تیسرے رکوع سے شروع ہوتا ہے۔ اور یہاں ہے قرآن مجید کا پہلا امر اور پہلا نبی۔

اس مقام پر یہ عظیم الشان مطالب آتے ہیں :

❖ قرآن کا پہلا خطاب : تمام بنی نوع انسان سے۔ (اسلامی گلوبلائزیشن)۔ رسالتِ محمدی کی وہ خصوصیت جو اس سے پہلے کسی نبی یا رسول کو عطا نہیں ہوئی۔ (یہاں 'بنی اسماعیل بنی اسماعیل' کی گردان جو اب پچھلے چند عشروں سے غیر معمولی طور پر ہونے لگی ہے، اور جو 'نئے' کے متوالوں کو بالکل ایک نیاروٹ دے رہی ہے، کچھ پریشان کن ہے۔ فی الحال یہ ہمارا موضوع نہیں)۔ اس معنی کی احادیث موجود ہیں کہ روئے زمین کے ہر گھر میں دین محمد ﷺ کا بول بالا ہو کر داخل ہونے والا ہے؛ عزت والوں کو دین اسلام سے مشرف کر کے، اور ذلت والوں کو دولت اسلام کا زیر نگین لاکر۔

❖ قرآن کا پہلا امر : توحید : اَعْبُدُوا رَبَّكُمْ۔ اور پہلا نہی : زمین پر خدا کے ہمسر کھڑے کرنے سے : فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰہِ اٰندَادًا۔ پس دعوت کی بنیاد اور قرآن کا اصل موضوع یہیں آگیا۔ جس دعوت کا مرکزی مضمون یہ ہوگا : یعنی شرک کا مسلسل ابطال اور توحید کا خوب خوب احقاق۔ وہی دعوت در حقیقت قرآن کی دعوت ہوگی۔

❖ عبادت اپنی جزئیات میں تفصیل رکھتی ہے؛ اور اس کا تعلق فقہ سے ہے۔ مگر اس کا مجمّل تصور اہم اور مقدم تر ہے؛ اور اس کا تعلق عقیدہ سے ہے۔ یعنی ملتِ شرک سے براءت۔ ناقبول عبادت سے بیزاری۔ اور خدا کے ہاں قبول عبادت کا سرا تھا منانا۔ "عبادت" اس معنی میں غیر منقسم ہے۔ واعظ لوگوں کا زیادہ زور "عبادت" کے حوالے سے اعمال و جزئیات پر ہوتا ہے۔ جبکہ علماء کا زور: عبادت کی اُس اصل پر جہاں سے اہل سعادت اور اہل شقاوت کے راستے جدا ہوتے ہیں۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے تحت بھی واعظ لوگ اعمال اور وظائف کی جہت کو نمایاں کرتے ہیں۔ جبکہ علماء لوگ "عبادت" کے تحت ایک متعین شاہراہ پر چڑھ آئے اور اس کے ماسوا راستوں سے مفارقت کر آئے۔ کو۔ اِسِي کو ابن عباس رضی اللہ عنہما توحید کہتے ہیں۔ خدا کو بار بار جس "عبادت" کا واسطہ دیا جاتا اور جس کے دم سے آدمی

خدا کے عذاب سے بچنے کی امید اور اُس کی رحمت کی آس پاتا ہے وہ اصل میں یہ ہے۔

❖ خوب یاد رکھو: ہر عبادت قبول نہیں ہوتی۔ صرف ایک قبول کی بات نہیں، عبادت کی بہت سی صورتیں آدمی کے لیے وبالِ جان ہو سکتی ہیں (عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ)۔ اس لیے؛ یہاں جو عبادت کا حکم آیا وہ ایک مخصوص عبادت ہے۔ حافظِ حَلَمی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کہتے ہیں:

عبادت جو خداوند کریم کے ہاں مانی جاتی ہے، اس میں تین باتیں دیکھی جاتی ہیں:

1. اس میں عبادت کا رنگ ہو۔ یعنی پوجا، عاجزی، ذلت، طمع، چاہت۔ اس کو اصطلاح میں صدقِ عزیمت کہتے ہیں۔

2. اس عبادت کا محل اور مقصود واحد خدا کی ذات ہو۔ اس کا نام ہے اخلاص۔

3. اور اس کا حکم لازماً خدا کے ہاں سے صادر ہو اور تاحال منسوخ نہ ہو۔ اس کا نام ہے شرع۔

❖ بنا بریں؛ ”عبادت“ میں توحید اور رسالت کا مضمون آپ سے آپ آتا ہے۔ ”اعمالِ صالحہ“ کے معنی میں یہ بات خود بخود شامل ہے۔ الایہ کہ اعمالِ صالحہ آپ کے نزدیک ”عبادت“ کے علاوہ کوئی چیز ہوں! یہ بات سورۃ البقرۃ کے آئندہ کئی مقامات پر کام آنے والی ہے۔

❖ قرآن کے اس سب سے پہلے خطاب میں جہاں مخاطب پورا جہان ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ۔ اور سب سے عظیم مطالبہ ہے: اعْبُدُوا رَبَّكُمْ۔ یعنی توحید۔ وہیں پروردگار کا کمال تعارف کرایا گیا: الَّذِي خَلَقَكُمْ... الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً... نیز کائنات کی حقیقت پر سوچ بچار کی دعوت۔ ربوبیت کا بیان جو توحید الوہیت تک پہنچائے۔ کائنات پر غور و فکر جو کہ انسان کے عقلی قوی کو دعوت ہے۔

❖ آیاتِ انفس کی جانب راہنمائی ہوئی: تمہاری اپنی اور تمہارے بڑوں کی تخلیق۔ آیاتِ آفاق کی جانب راہنمائی: آسمان زمین اور ان کے اندر مسخر کر رکھے گئے اسباب جو

وجودِ کائنات اور زندگی کو ایک نہایت اعلیٰ اور متنوع سطح پر ممکن بناتے ہیں۔

❖ عبادت کے مادہ کا زیادہ سے زیادہ اعلیٰ اور نفیس حالت میں انسان کے اندر سے برآمد ہونا اس بات پر انحصار کرتا ہے کہ خدائی افعال (ربوبیت) پر زیادہ سے زیادہ غور کیا جائے اور اس کے احسانات کا زیادہ سے زیادہ مشاہدہ۔

❖ عبادت کی ڈالیوں پر جو پھل آنا ہے، اس کا بھی ذکر کر دیا گیا: لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ تقویٰ اسی شجرِ عبادت کا حصہ ہے مگر یہ اس شجر کا وہ خاص حصہ ہے جس کے لیے درحقیقت اس شجر کی کاشت ہوتی ہے!

❖ پس اس عبادت کا منبع بھی بیان ہوا: خدا کا زیادہ سے زیادہ تعارف۔ اس کی ربوبیت، اُس کی آیات اور احسانات کا زیادہ سے زیادہ ادراک۔ اور اس عبادت کا ثمرہ بھی ذکر ہوا: تقویٰ؛ جہاں ”عبادت“ انسان کے احساسات اور رویوں میں جا اترتی ہے۔

❖ بغوی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کا بیان لَعَلَّكُمْ کے تحت نہایت قابل غور ہے۔ یہ لفظ تبتی ہے۔ یعنی امید۔ اس کا حوالہ یہاں مخاطب کی جہت سے ہو گا۔ یعنی تم عبادت کرو اس آس اور امید میں کہ تم خدا کی خفگی اور پکڑ سے بچ جاؤ۔ پس عبادت ایک خاص طمع سے ہونی چاہئے۔ عبادت گویا ایک پردہ اور ایک اوٹ ہے جو خدا کے عذاب سے بچنے کے لیے لی جاتی ہے۔ اور یہ اوٹ لینا: تقویٰ۔ یہاں؛ عبادت کی غایت بھی بیان ہو گئی۔

❖ ”عبادت“ کے ایک ایسے جامع حکم کے مقام پر خدا کی وہ نشانیاں دکھائیں جو کائنات میں سب سے جلی اور نمایاں ہیں۔ انہی کی تفصیل قرآن میں زیادہ ہے۔

❖ شرک سے روکنے کا انداز بھی خاص طور پر یہاں لائق توجہ ہے۔ کہا: خدا کے ہمسر کھڑے مت کرو۔ گویا یہ مقام غیرت ہے۔ شرک کی ممانعت ہی نہیں، شرک کی قباحت بھی ذکر ہو گئی۔

❖ وَأَلْتَمَسْ لَكُمْ لُحُوفَ الْعِزَّةِ۔ گویا توحید نہ صرف شرع کا حکم بلکہ عقل و فطرت کی گواہی ہے۔